

## 4

خدا تعالیٰ کی پرستش کرو، والدین سے احسان اور یتیموں سے حسن

سلوک سے پیش آؤ

۲۳ جنوری ۲۰۰۲ء بمطابق ۲۳ صبح ۱۳۸۳ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن لندن

☆..... حسن خلق کے اعلیٰ معیار قائم نہ کئے تو عبادتیں بھی ضائع ہو جائیں گی۔

☆..... حسن سلوک کے مختلف طریق اور معیار

☆..... یتیمی کی نگہداشت ایک باقاعدہ سکیم بنا کر شروع کریں.....

☆..... والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کے ارشادات

☆..... بیویوں سے حسن سلوک اور آنحضرت ﷺ کا اسوہ

☆..... شیخ محبوب عالم خالد صاحب، مولانا محمد سعید انصاری صاحب، صاحبزادہ

مرزار فیع احمد صاحب اور سمیع اللہ قمر صاحب کا ذکر خیر

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

﴿وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ  
وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ  
السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا فَخُورًا﴾۔ (النساء: ۳۷)

گزشتہ خطبہ میں میں نے والدین سے حسن سلوک اور ان کے حقوق کے بارہ میں کچھ عرض کیا تھا۔ ابھی جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری عبادت کرو اور اس طرح عبادت کرو کہ جو عبادت کا حق ہے۔ یہ چھوٹے بُت یا بڑے بُت یا دلوں میں بسائے ہوئے بُت تمہیں کسی طرح بھی میری عبادت سے روک نہ سکیں۔ پھر والدین سے حسن سلوک کا حکم ہے، اُن سے حسن سلوک کرو۔ اور اس حسن سلوک کا بھی مختلف جگہوں پر مختلف پیرایوں میں ذکر آیا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ دو بنیادی باتیں ہیں اگر تم میں پیدا ہو گئیں تو پھر آگے ترقی کرنے کے لئے اور منازل بھی طے کرنی ہوں گی۔ دین کی صحیح تعلیم پر عمل کرنے کے لئے تم نے اخلاق کے اور بھی اعلیٰ معیار دکھانے ہیں۔ اگر یہ معیار قائم ہو گئے تو پھر تم حقیقی معنوں میں مسلمان کہلانے کے مستحق ہو اور اگر یہ معیار قائم کر لئے اور اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کر لئے تو پھر ٹھیک ہے تم نے مقصد پالیا اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن گئے اور انشاء اللہ بنتے رہو گے۔ اور اگر یہ اعلیٰ معیار قائم نہ کئے اور تکبر دکھاتے رہے اور ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ اپنے آپ کو میں کسی طریقے سے نمایاں کروں تو یاد رکھو کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں۔ پھر تو حقوق العباد ادا کرنے والے نہیں ہو گے بلکہ اپنی عبادتوں کو ضائع

کرنے والے ہو گے۔ اگر حسن خلق کے اعلیٰ معیار قائم نہ کئے تو اس کے ساتھ ساتھ اپنی عبادتوں کو بھی ضائع کر رہے ہو گے۔ اور وہ معیار کیا ہیں جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم قائم کریں۔ فرمایا وہ معیار یہ ہے کہ تم قریبی رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔ وہ قریبی رشتہ دار جو تمہارے ماں باپ کی طرف سے تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں، تمہارے رحمی رشتہ دار ہیں۔ پھر جو شادی شدہ لوگ ہیں ان کی بیوی کی طرف سے یا بیوی کے خاندان کی طرف سے رشتہ دار ہیں یہ سب قرابت داروں کے زمرہ میں آتے ہیں۔ اور ان رشتوں سے حسن سلوک کا عورت اور مرد کو یکساں حکم ہے، ایک جیسا حکم ہے۔ جب عورت اور مرد ایک دوسرے کے رحمی رشتہ داروں سے حسن سلوک کر رہے ہوں گے، ایک دوسرے کے قریبیوں سے اچھے اخلاق سے پیش آرہے ہوں گے، ان کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے تو ظاہر ہے کہ میاں بیوی دونوں میں آپس میں بھی محبت اور پیار کا تعلق خود بخود بڑھے گا۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی پوری کوشش کریں گے تو فرمایا کہ قربت کے رشتوں کی یعنی رحمی رشتوں کی حفاظت کر رہے ہو گے تو پھر تم میرے پسندیدہ ہو گے۔

پھر فرمایا کہ اپنے گھر میں ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے والا اپنے ماحول میں مست ہو جاتا ہے کہ ارد گرد کی فکر نہیں رہتی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری پسندیدگی کے کچھ حصے تو تم نے حاصل کر لئے ہیں، کچھ کام تو تم سرانجام دے رہے ہو، میری ہدایات پر کچھ تو عمل کر رہے ہو لیکن مومن کے معیار تو بہت بلند ہیں اس لئے حسن سلوک کی اور بھی بہت ساری منازل ہیں جو طے کرنی ہیں تب تم عباد الرحمن کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہو۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ یتیموں سے بھی حسن سلوک کرو، ان کا بھی خیال رکھو، ان کو معاشرے میں محرومی کا احساس نہ ہونے دو اور اس حدیث کو یاد رکھو کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والے جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے جس طرح دو انگلیاں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں یتامی کی خبر گیری کا بڑا اچھا انتظام موجود ہے۔ مرکزی طور پر بھی انتظام جاری ہے گو اس کا نام یکصد یتامی کی تحریک ہے لیکن اس کے

تحت سینکڑوں یتیمی بالغ ہو کر پڑھائی مکمل کر کے کام پر لگ جانے تک ان کو پوری طرح سنبھالا گیا۔ اسی طرح لڑکیوں کی شادیوں تک کے اخراجات پورے کئے جاتے رہے اور کئے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت اس میں دل کھول کر امداد کرتی ہے اور زیادہ تر جماعت کے جو مخیر احباب ہیں وہی اس میں رقم دیتے ہیں۔ الحمد للہ، جزاک اللہ، ان سب کا شکر یہ۔

اب میں باقی دنیا کے ممالک کے امراء کو بھی کہتا ہوں کہ اپنے ملک میں ایسے احمدی یتیمی کی تعداد کا جائزہ لیں جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں، پڑھائی نہ کر سکتے ہوں، کھانے پینے کے اخراجات مشکل ہوں اور پھر مجھے بتائیں۔ خاص طور پر افریقن ممالک میں، اسی طرح بنگلہ دیش ہے، ہندوستان ہے، اس طرف کافی کمی ہے اور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تو باقاعدہ ایک سکیم بنا کر اس کام کو شروع کریں اور اپنے اپنے ملکوں میں یتیمی کو سنبھالیں۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت میں مالی لحاظ سے مضبوط حضرات اس نیک کام میں حصہ لیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے سنبھالنے میں جو اخراجات ہوں گے ان میں کوئی کمی نہیں پیش آئے گی۔ لیکن امراء جماعت یہ کوشش کریں کہ یہ جائزے اور تمام تفصیل زیادہ سے زیادہ تین ماہ تک مکمل ہو جائیں اور اس کے بعد مجھے بھجوائیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو توفیق دے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم یتیمی کا جو حق ہے وہ ادا کر سکیں۔

پھر فرمایا: مسکین لوگوں سے بھی حسن سلوک کرو۔ ان مسکینوں میں تمام ایسے لوگ آ جاتے ہیں جن پر کسی کی قسم کی تنگی ہے۔ ان کی ضروریات پوری کرو۔ اس کا جائزہ بھی ہر احمدی کو اپنے ماحول میں لیتے رہنا چاہئے۔ مسکینوں سے صرف یہ مراد نہ لیں کہ جو مانگنے والے ہیں۔ مانگنے والے تو اپنا خرچ کسی حد تک پورا کر ہی لیتے ہیں مانگ کر۔ لیکن بہت سے ایسے سفید پوش ہیں جو تنگی برداشت کر لیتے ہیں لیکن ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ اور اس آیت کے مصداق ہوتے ہیں کہ ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ تو ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوشش کریں۔ پھر فرمایا کہ تمہارے اس سلوک کے بہت زیادہ مستحق ہمسائے بھی ہیں، ان سے بہت زیادہ حسن سلوک کرو۔ بلکہ اس کی تاکید تو آنحضرت

ﷺ نے اس قدر فرمائی کہ صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں خیال ہوا کہ اب شاید ہماری وارثت میں بھی ہمسائے کا حق ٹھہر جائے گا۔ فرمایا کہ یہ ہمسائے جو ہیں ان میں تمہارے رشتہ دار بھی ہیں چاہے دور کے رشتہ دار ہوں یا قریب کے ہوں۔ تمہیں خیال آجائے کہ چلو رشتہ دار ہیں ان سے حسن سلوک کرنا چاہئے، ان کی ضروریات پوری کرنی چاہئیں۔ تو فرمایا کہ صرف رشتہ دار ہمسائے ہی نہیں بلکہ غیر رشتہ دار ہمسائے ہیں وہ بھی تمہارے حسن سلوک کے مستحق ہیں، ان سے بھی حسن سلوک کرنا۔ پھر تمہارے ہم جلسیں ہیں، تمہارے ساتھ بیٹھنے والے ہیں یہ سب تمہارے حسن سلوک کے مستحق ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں کہ: اس میں تمہارے ساتھ ایک سیٹ پر بیٹھنے والے بھی ہیں۔ اب دیکھیں دائرہ کتنا وسیع ہو رہا ہے۔ صرف ہم مذہب نہیں، صرف تمہارے ساتھی ہی نہیں بلکہ سکول میں، کالج میں، یونیورسٹی میں ساتھ بیٹھنے والے بھی تمہارے حسن سلوک کے مستحق ہیں، ان کا بھی خیال رکھو، ان سے بھی حسن سلوک کرو۔ ان سے بھی اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

پھر بازاروں میں دوکاندار ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں، ان سے بھی اخلاق سے پیش آئیں۔ پھر دفاتروں میں کام کرنے والے ہیں، افسران ہیں، ماتحت ہیں۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں کہ صرف کام کرنے والے افسران یا ماتحت نہیں بلکہ جس محکمے میں آپ کام کرتے ہیں اس محکمے میں کام کرنے والا ہر شخص تمہارے ہم جلسوں میں شمار ہوتا ہے اور تمہارے حسن سلوک کا مستحق ہے۔ پھر سفر کے دوران، بس میں بیٹھے ہوئے، ٹرین میں بیٹھے ہوئے جو لوگ ہیں یہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں ان سے بھی حسن سلوک کرو۔ بعض دفعہ بعض مسافروں کو نیند آجاتی ہے، کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے اس طرح، تو بے چارے کا سر اگر کسی کے کندھے سے یا سر سے ٹکرا جائے تو دوسرے مسافر کو غصہ چڑھ جاتا ہے کہ اپنے آپ کو سنبھال کر بیٹھو۔ تو یہ چیزیں چھوٹی چھوٹی ہیں چونکہ آپ کے ہمسائے میں اس کا شمار ہو رہا ہے، ساتھ بیٹھنے والوں میں شمار ہو رہا ہے اس لئے ان سے بھی حسن سلوک کرنا چاہئے۔

پھر ایک تو مسافر ہے کہ مسافر سے حسن سلوک کرے۔ اس کے علاوہ ایسے مسافر ہیں جو کیونکہ بعض دفعہ سفر میں دقتیں پیش آرہی ہوتی ہیں۔ گاڑی خراب ہوگئی، بس خراب ہوگئی، کار خراب ہوگئی، کسی جگہ آگے اور آپ کی مدد کی ضرورت پڑی تو ان کی مدد کرنی چاہئے، ان کی رہنمائی کرنی چاہئے، تو جب تک ان کی پریشانی دور نہ ہو جائے، ان کا ساتھ دینا چاہئے، یہ سب حسن سلوک کے مستحق ہیں۔

پھر فرمایا کہ ان سے بھی حسن سلوک کرو جن کے تم مالک ہو۔ اس زمانے میں تو خیر غلام کا تصور نہیں، پرانے زمانے میں غلام ہوتے تھے۔ لیکن تمہارے جو ملازمین ہیں ان کی ضروریات کا بھی خیال رکھو، ان کو اگر تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو ان کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرو۔ غمی خوشی میں ان کی ضرورتوں کا خیال رکھو۔ ان کے بچوں کو اگر مالی تنگی کی وجہ سے پڑھنے میں دقت ہے تو ان کی مدد کرو، ان کو پڑھاؤ۔ اگر کوئی لائق نکل آئے اور پڑھ لکھ کر قابل آدمی بن جائے تو تمہارے لئے ویسے بھی مستقل ثواب کا باعث بن جائے گا۔ تو یہ ہے اسلام کی وہ حسین تعلیم کہ حسن سلوک سے تم ایک حسین معاشرہ قائم کر سکتے ہو۔ اور بھی بہت ساری باتیں ہیں، قیدیوں سے بھی حسن سلوک کا ذکر ہے مریضوں سے بھی وغیرہ وغیرہ۔ تو اگر ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں دوسرے سے حسن سلوک کرنے والا بن جائے تو دنیا کے فساد تو خود بخود ختم ہو جائیں گے اور پھر وہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے بھی ہوں گے تو پھر تو یہ سونے پر سہاگے والی بات ہوگی اور آج اس تفصیل سے یہ حسن سلوک سوائے احمدی کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ہم نے ادا کرنی ہے اس لئے اس طرف ہمیں بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اب چند احادیث پیش کرتا ہوں اور اقتباسات۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

”تم خدا کی پرستش کرو اور اس کے ساتھ کسی کو مت شریک ٹھہراؤ اور اپنے ماں باپ سے احسان کرو اور ان سے بھی احسان کرو جو تمہارے قرابتی ہیں (اس فقرے میں اولاد اور بھائی اور

قریب اور دور کے تمام رشتہ دار آگئے) اور پھر فرمایا کہ یتیموں کے ساتھ بھی احسان کرو اور مسکینوں کے ساتھ بھی اور جو ایسے ہمسایہ ہوں، جو قربت والے بھی ہوں اور ایسے ہمسائے ہوں جو محض اجنبی ہوں اور ایسے رفیق بھی جو کسی کام میں شریک ہوں یا کسی سفر میں شریک ہوں یا نماز میں شریک ہوں یا علم دین حاصل کرنے میں شریک ہوں اور وہ لوگ جو مسافر ہیں اور وہ تمام جاندار جو تمہارے قبضہ میں ہیں سب کے ساتھ احسان کرو۔ خدا ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو تکبر کرنے والا اور شیخی مارنے والا ہو، جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔‘ (چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن۔ جلد ۲۳۔ صفحہ نمبر ۲۰۸، ۲۰۹)

بعض لوگ اپنے بڑے بھائیوں کا احترام نہیں کر رہے ہوتے۔ حسن سلوک تو ایک طرف رہا ان سے بدتمیزی سے پیش آرہے ہوتے ہیں، ان کو عدالتوں میں گھسیٹ رہے ہوتے ہیں، ہر طرف سے ان کی عزت پر بڑے لگانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں تو ان لوگوں کو اس روایت سے سبق لینا چاہئے۔

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بڑے بھائی کا حق اپنے چھوٹے بھائیوں پر اس طرح کا ہے جس طرح والد کا حق اپنے بچوں پر۔ یعنی بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے اس لئے اس کا ادب و احترام بھی واجب ہے۔

(مراسیل ابی داؤد باب فی بر الوالدین صفحہ ۱۹۷)

والد کے حقوق کا تو آپ گزشتہ خطبے میں سن چکے ہیں۔ پھر اس طرح بڑے بھائیوں کے لئے بھی اس میں نصیحت ہے کہ چھوٹے بھائیوں سے وہ سلوک رکھیں جو ایک باپ کو اپنے بچوں سے ہوتا ہے۔ اللہ کرے کہ ہر احمدی محبت کی فضا کو قائم کرنے والا ہو۔ بعض دفعہ گھروں میں میاں بیوی کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلخ کلامی ہو جاتی ہے، تلخی ہو جاتی ہے۔ مرد کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ مضبوط اور طاقتور بنایا ہے اگر مرد خاموش ہو جائے تو شاید اسی فیصد سے زائد جھگڑے وہیں ختم ہو جائیں۔ صرف ذہن میں یہ رکھنے کی بات ہے کہ میں نے حسن سلوک کرنا ہے اور صبر سے کام لینا ہے۔

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس بارہ میں ہمیں کیا اسوہ دکھایا۔ روایت ہے کہ

ایک دن حضرت عائشہؓ گھر میں آنحضرت ﷺ سے کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ اوپر سے ان کے ابا، حضرت ابو بکرؓ شریف لائے۔ یہ حالت دیکھ کر ان سے رہا نہ گیا اور اپنی بیٹی کو مارنے کے لئے آگے بڑھے کہ تو خدا کے رسول کے آگے اس طرح بولتی ہو۔ آنحضرتؐ یہ دیکھتے ہی باپ اور بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کی متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچالیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ چلے گئے تو رسول کریمؐ حضرت عائشہؓ سے ازراہ مذاق فرمایا۔ دیکھا آج ہم نے تمہیں تمہارے ابا سے کیسے بچایا؟۔ تو دیکھیں یہ کیسا اعلیٰ نمونہ ہے کہ نہ صرف خاموش رہ کر جھگڑے کو ختم کرنے کی کوشش کی بلکہ حضرت ابو بکرؓ جو حضرت عائشہؓ کے والد تھے ان کو بھی یہی کہا کہ عائشہؓ کو کچھ نہیں کہنا۔ اور پھر فوراً حضرت عائشہؓ سے مذاق کر کے وقتی بوجھل پن کو بھی دور فرمادیا۔

پھر آگے آتا ہے روایت میں کہ کچھ دنوں کے بعد حضرت ابو بکرؓ دوبارہ تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہؓ ہنسی خوشی باتیں کر رہی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے دیکھو بھی تم نے اپنی لڑائی میں تو مجھے شریک کیا تھا اب خوشی میں بھی شریک کر لو۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح)

آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کے بہت ناز اٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ ان سے فرمانے لگے کہ عائشہؓ میں تمہاری ناراضگی اور خوشی کو خوب پہچانتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو اپنی گفتگو میں رب محمدؐ کہہ کر قسم کھاتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو رب ابراہیمؑ کہہ کر بات کرتی ہو۔ حضرت عائشہؓ بڑھتی ہیں کہ ہاں یا رسول اللہؐ یہ تو ٹھیک ہے مگر بس میں صرف زبان سے ہی آپ کا نام چھوڑتی ہوں (دل سے تو آپؐ کی محبت نہیں جاسکتی)۔

(بخاری کتاب النکاح باب غیرۃ النساء و وجد هن)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں اور فرمایا ”ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے



اور درحقیقت یہ ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔“  
ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر ہوا اور شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔ حضور اس بات سے بہت کبیدہ خاطر ہوئے، بہت رنجیدہ ہوئے، بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: ”ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے“۔ حضور بہت دیر تک معاشرت نسواں کے بارے میں گفتگو فرماتے رہے اور پھر آخر پر فرمایا:

”میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالتا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع و خضوع سے نقلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت الہی کا نتیجہ ہے۔“ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۷۳۷ تا ۳۷۸، ۱۹۰۰ء)

تو یہ ہیں بیویوں سے حسن سلوک کے نمونے جو آج ہمیں اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی میں نظر آتے ہیں۔ اور انہی پر چل کر ہم اپنے گھروں میں امن قائم کر سکتے ہیں۔

رحمی رشتوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے، اس کی وضاحت تو پہلے ہو چکی ہے کہ یہ قریب ترین رشتے ہیں اور ان کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔

اس بارہ میں ایک روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی۔ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رَحِمٌ، رَحْمَنٌ سے مشتق ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس نے تجھ سے تعلق جوڑا میں اس سے تعلق جوڑوں گا اور جس نے تجھ سے تعلق توڑا میں اس سے قطع تعلق اختیار کر لوں گا۔

(بخاری کتاب الادب باب من وصل وصلہ اللہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا یہاں تک کہ جب وہ اس کی تخلیق سے فارغ ہو گیا تو رحم نے کہا یہ قطع رحمی سے تیری

پناہ میں آنے کا مقام ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہاں۔ کیا تو اس چیز پر راضی نہیں کہ میں اس سے تعلق جوڑوں گا جو تجھ سے تعلق جوڑے گا۔ اور جو تجھ سے قطع تعلق کرے گا میں اس سے تعلق توڑ لوں گا۔ اس پر رحم نے کہا اے میرے رب! میں اس بات پر کیوں راضی نہ ہوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ مقام صرف تجھے حاصل ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ پس اگر تم چاہتے ہو تو قرآن کریم کی یہ آیت پڑھو۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَتُقْطِعُوا اَرْحَامَكُمْ (محمد: ۲۳)

یعنی کیا تمہارے لئے ممکن ہے کہ اگر تم متولی ہو جاؤ تو تم زمین میں فساد کرتے پھر و اور اپنے زحمی رشتوں کو کاٹ دو؟۔ (بخاری کتاب الادب باب من وصل وصله الله)

ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ محمد بن جبیر بن مطعم نے کہا کہ جبیر بن مطعم نے انہیں بتایا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔ کہ زحمی تعلقات کو توڑنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (بخاری کتاب الادب باب اثم القاطع)

تو دیکھیں کتنی تاکید ہے ان رشتوں کا خیال رکھنے اور ان سے تعلق جوڑنے کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تعلق قائم رکھتا ہے ان سے جو ان رشتوں سے تعلق قائم رکھتے ہیں اور ان سے حسن سلوک کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ:-

صلہ زحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلے میں تعلق جوڑے بلکہ صلہ زحمی کرنے والا تو وہ ہے جس سے جب تعلق توڑا جائے تو وہ تعلق جوڑے۔ (بخاری کتاب الادب)۔ یعنی اگر تم سے کوئی صلح زحمی کر رہا ہے یا اچھے اخلاق سے پیش آ رہا ہے تو تم اس کے بدلے میں اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ اگر کوئی تعلق توڑنا بھی چاہتا ہے تو اس سے تعلق جوڑو۔

تو دیکھیں کتنی بیماریاں تعلیم ہے۔ صلح کا ہاتھ تم پہلے بڑھاؤ اگر ہر مسلمان اس پر عمل کرنا شروع کر دے تو کیا کوئی جھگڑا باقی رہ جاتا ہے۔ ہر طرف امن کی فضا قائم ہو جائے گی۔ اب یہ تعلیم جو ہے

اس کو رواج دینا اور یہ اعلیٰ اخلاق اپنے رشتہ داروں کو سکھانا آج ہر احمدی کا کام ہے۔ تب ہی تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تم صلح میں پہل کرو اور سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلّل اختیار کرو۔ تب ہی یہ اعلیٰ اخلاق کا معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا اپنا اسوہ اس بارہ میں کیا اعلیٰ تھا۔ بخاری کی روایت ہے۔

رسول کریمؐ کے اکثر رحمی رشتہ داروں نے دعویٰ نبوت پر آپ کی مخالفت کی، مگر آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بے شک قریش کی فلاں شاخ والے لوگ میرے دوست نہیں رہے، دشمن ہو گئے ہیں مگر آخر میرا ان سے ایک خونی رشتہ ہے، میں اس رحمی تعلق کے حقوق بہر حال ادا کرتا رہوں گا۔

(بخاری کتاب الادب باب تبل الرحم ببالہا)

تو دیکھیں یہ وہ تعلیم ہے جس پر آپؐ نے عمل کر کے دکھایا۔

پھر اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا نمونہ تھا۔ یہ واقعہ سنیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ بیان کرتے ہیں کہ: ”ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کو یہ اطلاع ملی کہ یہی مرزا نظام الدین صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے اشد ترین مخالف تھے بیمار ہیں اس پر حضور ان کی عیادت کے لئے بلا توقف ان کے گھر تشریف لے گئے اس وقت ان پر بیماری کا اتنا شدید حملہ تھا کہ ان کا دماغ بھی اس سے متاثر ہو گیا تھا۔ آپ نے ان کے مکان پر جا کر ان کے لئے مناسب علاج تجویز فرمایا جس سے وہ خدا کے فضل سے صحت یاب ہو گئے۔ ہماری اماں جان حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان فرماتی تھیں کہ باوجود اس کے کہ مرزا نظام الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت مخالف بلکہ معاند تھے آپ ان کی تکلیف کی اطلاع پا کر فوراً ہی ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کا علاج کیا اور ان سے ہمدردی فرمائی۔

یہ وہی مرزا نظام الدین صاحب ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف بعض جھوٹے مقدمات کھڑے کئے اور اپنی مخالفت کو یہاں تک پہنچا دیا کہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضور کے دوستوں اور

ہمسایوں کو دکھ دینے کے لئے حضور کی مسجد یعنی خدا کے گھر کا رستہ بند کر دیا اور بعض غریب احمدیوں کو ایسی ذلت آمیز اذیتیں پہنچائیں کہ جن کے ذکر تک سے شریف انسان کی طبیعت حجاب محسوس کرتی ہے۔ مگر حضور کی رحمت اور شفقت کا یہ عالم تھا کہ مرزا نظام الدین صاحب جیسے معاند کی بیماری کا علم پا کر بھی حضور کی طبیعت بے چین ہو گئی۔‘ (سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱)

تو یہ ہے اس مسیح اور مہدی کا اسوہ۔ اب ہم میں سے ہر ایک کو جو آپ کی جماعت کی طرف منسوب ہو رہے ہیں۔ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ ہم کس حد تک اس پر عمل کرتے ہیں۔ بعض دفعہ بعض ایسے رشتہ دار بھی ہوتے ہیں، ہمسائے بھی ہوتے ہیں، جن پر جتنا چاہے حسن سلوک کرو جب بھی موقع ملے نقصان پہنچانے سے باز نہیں آتے۔ ان کی سرشت میں ہی نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ ان کا وہی حساب ہوتا ہے کہ بچھوؤں کی ایک قطار جا رہی تھی کسی نے پوچھا کہ اس میں سردار کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس کے ڈنگ پر ہاتھ رکھ دو وہی سردار ہے، وہ ڈنگ مارے گا۔ لیکن حکم کیا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

ایسے لوگوں کے بارہ میں حسن ظن کی ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں۔ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ توڑتے ہیں۔ میں احسان کرتا ہوں وہ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میرے نرمی اور حلم کے سلوک کا جواب وہ زیادتی اور جہالت سے دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر وہ ایسا ہی کرتے ہیں جیسا تم نے بیان کیا تو تم گویا ان کے منہ پر خاک ڈال رہے ہو (یعنی ان پر احسان کر کے ان کو ایسا شرمسار کر کے رکھ دیا ہے کہ وہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔) اور اللہ کی طرف سے تمہارے لئے ایک مددگار فرشتہ اس وقت تک مقرر رہے گا جب تک تم اپنے حسن سلوک کے اس نمونہ پر قائم رہو گے۔

(مسند احمد جلد ۲ ص ۳۰۰ مطبوعہ بیروت)

پھر حضرت ابو زرعہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے محبوب ﷺ نے مجھے چند

باتوں کی نصیحت فرمائی۔ ان میں نمبر ایک یہ تھی کہ جو لوگ مجھ سے مال جو جاہ وغیرہ میں فوقیت رکھتے ہیں یعنی مالی لحاظ سے زیادہ اچھے ہیں، ان کی طرف نہ دیکھوں بلکہ ان لوگوں کو دیکھوں جو مجھ سے کمتر ہیں تاکہ میرے دل میں شکر کا جذبہ ابھرے۔ دوسری بات یہ نصیحت فرمائی کہ مسکینوں سے محبت کرو اور ان کے ساتھ جاؤ۔ اور پھر تیسری بات یہ فرمائی کہ میرے اعزاء اور رشتہ دار چاہے مجھ سے خفا ہوں اور میرے حقوق ادا نہ کریں تب بھی میں ان سے اپنا تعلق جوڑے رکھوں اور ان کے حقوق ادا کرتا رہوں۔ (ترغیب و ترہیب بحوالہ طبرانی، المعجم لطبرانی جلد ۲ صفحہ ۱۵۶)

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: غریب مسکین کو صدقہ دینے سے صرف صدقے کا ثواب ملتا ہے اور غریب رشتہ دار کو دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے۔ ایک صدقے کا، دوسرا رشتہ داری کے حقوق ادا کرنے کا۔

صدقے والی اور بات ہوتی ہے اور ان کی مدد کرنے کی کہ ان کے مالی حالات میں بہتری ہو، مدد کرنے کی غرض نہیں ہوتی۔ اس کا نام صدقہ نہ رکھیں لیکن مدد ضرور کرنی چاہئے۔

پھر حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ دوسروں کی تکلیف کی پیروی کرنے والے نہ بنو۔ اس طرح نہ سوچو کہ لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔ اور اگر وہ ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے۔ بلکہ اپنے آپ کو اس بات پر قائم کرو کہ لوگ تم سے اچھا سلوک کریں گے تو تم بھی ان سے اچھا سلوک کرو گے۔ اور اگر برتاؤ کریں گے تو پھر بھی تم ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرو گے، بلکہ نیکی کرو گے۔

تو یہ آج کل احمدی کا ہی طرہ امتیاز ہے کہ باوجود سختیوں کے اور تنگیوں کے اپنے ہمسایوں کے لئے دل میں درد رکھتے ہیں۔ کہیں ضرورت پیش آجائے ان کی خدمت کے لئے فوری طور پر اپنے آپ کو پیش کر دیتے ہیں۔ ہر وقت اسی بات پر کمر بستہ رہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”دوسرے طور پر جو ہمدردی بنی نوع سے متعلق ہے اس آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَائِي ذِي الْقُرْبَىٰ .....﴾ (النحل: ۹۱) کے یہ معنی ہیں کہ اپنے بھائیوں اور بنی نوع سے عدل کرو اور اپنے حقوق سے زیادہ اُن سے کچھ تعرض نہ کرو اور انصاف پر قائم رہو۔

اور اگر اس درجہ سے ترقی کرنی چاہو تو اس سے آگے احسان کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کی بدی کے مقابل نیکی کرے اور اُس کی آزار کی عوض میں تو اس کو راحت پہنچا دے اور مروّت اور احسان کے طور پر دستگیری کرے۔

پھر بعد اس کے ایفاء ذی القربیٰ کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تو جس قدر اپنے بھائی سے نیکی کرے یا جس قدر بنی نوع کی خیر خواہی بجالاوے اس سے کوئی اور کسی قسم کا احسان منظور نہ ہو بلکہ طبعی طور پر بغیر پیش نہاد کسی غرض کے وہ تجھ سے صادر ہو جیسی شدت قرابت کے جوش سے ایک خویش دوسرے خویش کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ سو یہ اخلاقی ترقی کا آخری کمال ہے کہ ہمدردی خلاق میں کوئی نفسانی مطلب یا مدعا یا غرض درمیان نہ ہو بلکہ اخوت و قرابت انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشوونما پا جائے کہ خود بخود کسی تکلف کے اور بغیر پیش نہاد رکھنے کسی قسم کی شکرگزاری یا دعایا اور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۵۱، ۵۵۲)

یعنی نیکی جب کرو تو اس کے بدلہ میں کسی انعام کا اور کسی چیز کے لئے تمہارے دل میں کوئی خیال نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ: ”جو شخص قرابت داروں سے حسن سلوک نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔“ (کشتی نوح صفحہ ۱۷)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ نیکیاں اور حسن سلوک کر کے تمہیں ذاتی فائدے ہی ملیں گے، اسی دنیا میں ملیں گے۔ اور وہ کیا ہیں کہ تمہیں چین نصیب ہوگا اور عمر میں برکت پیدا ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں کہ: ”جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ نیک کاموں کی تبلیغ کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچاوے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی دل کو ایسا پاتا ہے کہ اس نے مخلوق کو نفع رسانی کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اسے توفیق دیتا اور اس کی عمر دراز کرتا ہے جس قدر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی مخلوق کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آتا ہے اسی قدر اس کی عمر دراز ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا اس کی زندگی کی قدر کرتا ہے لیکن جس قدر وہ خدا تعالیٰ سے لاپرواہ اور لاپرواہی ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ بھی اس کی پروا نہیں کرتا..... اس جگہ ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ جو نیک اور برگزیدہ ہوتے ہیں چھوٹی عمر میں بھی اس جہاں سے رخصت ہوتے ہیں اور اس صورت میں گویا یہ قاعدہ اور اصل ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ ایک غلطی اور دھوکا ہے۔“ (حضور نے فرمایا کہ بعض لوگ بڑی نیکی کرتے ہیں..... لیکن چھوٹی عمر میں فوت ہو رہے ہوتے ہیں یہ کوئی قاعدہ نہیں) ”در اصل ایسا نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ کبھی نہیں ٹوٹتا مگر ایک اور صورت پر درازی عمر کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ زندگی کا اصل منشاء اور درازی عمر کی غایت تو کامیابی اور بامراد ہونا ہے۔ پس جب کوئی شخص اپنے مقاصد میں کامیاب اور بامراد ہو جاوے اور اس کو کوئی حسرت اور آرزو باقی نہ رہے اور مرتے وقت نہایت اطمینان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو تو وہ گویا پوری عمر حاصل کر کے مرا ہے اور درازی عمر کے مقصد کو اس نے پالیا اُس کو چھوٹی عمر میں مرنے والا کہنا سخت غلطی اور نادانی ہے۔ صحابہ میں بعض ایسے تھے جنہوں نے بیس بائیس برس کی عمر پائی مگر چونکہ ان کو مرتے وقت کوئی حسرت اور نامرادی باقی نہ رہی بلکہ کامیاب ہو کر اٹھے تھے اس لئے انہوں نے زندگی کا اصل منشاء حاصل کر لیا تھا۔

(الحکم جلد ۷۔ نمبر ۱۳۔ مورخہ ۴/۱۲/۱۹۰۳ء۔ صفحہ ۲-۳۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ ۷۳۹، ۷۴۰)۔

پھر آپ فرماتے ہیں: ”اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خداراضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی..... تم ماتخوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر

رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا کہ وہ بھی تمہارا ہو جائے۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۳)  
اللہ کرے کہ ہم اللہ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے والے ہوں اور ان سے حسن سلوک  
کر کے اللہ تعالیٰ کو اپنا بنانے والے بن جائیں۔

اب میں بعض مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کا ذکر گزشتہ جمعہ سے رہ گیا۔

سب سے پہلے تو مکرم و محترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے  
فضل سے ۹۵ سال کی عمر پائی۔ آپ خان صاحب فرزند علی خان صاحب کے بیٹے تھے۔ ۱۹۳۶  
میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے حکم سے آپ نے اپنی زندگی وقف کی اور جماعتی خدمت  
کا آغاز کیا۔ نہایت منکسر المزاج اور مخلص اور لگن اور محنت سے کام کرنے والے تھے۔ ۶۸ سال تک  
انہوں نے اللہ کے فضل سے جماعت کی خدمت کی توفیق پائی۔ ان میں بطور استاد مدرسۃ البنات، اور  
پھر مدرسہ احمدیہ، پھر کچھ دیر کالج میں پڑھاتے رہے اور پھر ناظر بیت المال کے طور پر، پھر حضرت  
خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔ پھر صدر، صدر  
انجمن احمدیہ پاکستان کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۹۶۹ء میں جب آپ کالج سے ریٹائر ہوئے تو صدر  
انجمن کے دفاتر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آپ کو بطور ناظر بیت المال کے لگا دیا تھا اور  
وفات تک تقریباً ۳۷ سال تک آپ نے خدمت کی۔ صدر انجمن کے دفاتر میں۔

آپ خدام الاحمدیہ کے بانی ارکان میں سے تھے۔ حضرت مصلح موعودؑ نے جب خدام  
الاحمدیہ بنائی ہے تو جو چند بانی ارکان تھے ان میں سے آپ بھی تھے۔ اور آپ اس کے پہلے جنرل  
سیکرٹری بنے۔ پھر آپ کو خدام الاحمدیہ کے مختلف شعبوں میں بھی کام کرنے کا موقع ملا اور بارہ سال  
تک قائد عمومی انصار اللہ رہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث صدر انصار اللہ مرکزیہ ہوتے  
تھے۔ اور وفات تک آپ مجلس انصار اللہ پاکستان کی عاملہ کے اعزازی ممبر بھی رہے۔ اور پھر ۲۰۰۲ء  
میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کو صدر صدر انجمن احمدیہ مقرر فرمایا۔ اور وفات تک



آپ اس عہدہ پر فائز رہے۔ آخر تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے ذہنی لحاظ سے بالکل ٹھیک تھے اور اپنے کام بخوبی انجام دیتے رہے۔ چھ بیٹے آپ نے یادگار چھوڑے ہیں۔ میں ان کے بارہ میں مختصراً یہ بھی بتا دوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قادیان میں آپس میں اخوت کا رشتہ قائم کرنے کے لئے ایک پروگرام شروع کیا تھا کہ دولڑکوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیتے تھے۔ کس طرح بنتے تھے اس کی ایک لمبی تفصیل ہے۔ تو حضرت شیخ صاحب میرے والد صاحب زادہ مرزا منصور احمد صاحب کے بھائی بنے اور ان کے ساتھ یہ رشتہ قائم ہوا۔ پھر ان کے انکسار اور اخلاص کا ذکر کر آیا ہوں یہ صفت واقعی ان میں بہت زیادہ تھی۔ یہ نہیں کہ ذکر کرنے کے لئے کیا ہے بلکہ میں یہ بھی بتا دوں کہ جب مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی مقرر فرمایا تھا تو آپ اس وقت ناظر بیت المال تھے۔ باوجود ایک بہت سینئر ناظر ہونے کے، عمر میں بھی مجھ سے بہت بڑے تھے، میرے والد صاحب کے برابر تھے تو شیخ صاحب نے اطاعت کا وہ نمونہ دکھایا جو واقعی ایک مثال ہے اور بعض دفعہ تو ان کی اس اطاعت اور اخلاص کو دیکھ کر شرم بھی آتی تھی۔ پھر جب حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صدر صدر انجمن احمدیہ مقرر فرمایا تو باوجود اس کے کہ ان کے پاس ایک بڑا عہدہ تھا لیکن شفقت کے ساتھ ساتھ اطاعت کا پہلو بھی رہا۔ وہ اس لئے کہ میں امیر مقامی بھی تھا اور امیر کی اطاعت ضروری ہے۔ تو یہ قابل مثال ہیں بہت سوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بے انتہا مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔ آپ موصی تھے اور مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی انہی کی طرح کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر ہمارے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد سعید انصاری صاحب تھے جن کی ۹ جنوری کو وفات ہوئی۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جمعہ کے دن ہی ان کی پیدائش ہوئی اور جمعہ کے دن ہی ان کی وفات ہوئی ہے۔ آپ نے ۱۹۴۶ء میں اپنی زندگی وقف کی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کی

پہلی تقرری ملا یا، سنگاپور میں بطور مربی کے فرمائی۔ پھر آپ ساٹرا اور برٹش ناتھ بورنیو جو آج کل ملائیشیا کہلاتا ہے اس میں ۱۹۵۹ء تک رہے۔ ۱۹۶۱ء میں دوبارہ سنگاپور میں تقرری ہوئی۔ پھر ۱۹۶۳ سے ۱۹۶۶ء تک جامعہ احمدیہ میں انڈونیشین زبان پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۶ء میں انہیں دوبارہ ملائیشیا بھیج دیا گیا۔ واپسی پر تین سال مرکزی دفاتر میں خدمات سرانجام دیں۔ پھر ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۶ء تک ملائیشیا چلے گئے پھر واپسی پر جامعہ احمدیہ میں تقرری ہوئی اور ۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۳ء تک آپ وکالت تشریح ربوہ اور وکالت اشاعت ربوہ میں خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ انڈونیشین زبان میں متعدد کتب کا ترجمہ کرنے کی بھی آپ کو توفیق ملی۔

آپ نیک، باوفا، مخلص، دعا گو اور عالم باعمل بزرگ مربی تھے۔ آپ نے نہایت اخلاص، محنت اور لگن کے ساتھ ۵۷ سال تک بے لوث خدمات سلسلہ ادا کرنے کی توفیق پائی ہے۔ مرحوم کی چھ بیٹیاں تھیں۔ واقعی بہت سادہ مزاج بالکل عاجز انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ان کے ایک داماد ہمارے مبلغ مکرم نسیم باجوہ صاحب ہیں۔ اللہ ان کی بچیوں کو صبر اور حوصلہ کے ساتھ یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر مکرم صاحبزادہ مرزار فریح احمد صاحب جن کی ۱۵ جنوری بروز جمعرات بعمر ۷۷ سال وفات پا گئے۔۔۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے صدر رہے۔ آپ نے انڈونیشیا میں بطور مبلغ کے بھی خدمات کی توفیق پائی اور جامعہ احمدیہ میں بھی پڑھاتے رہے۔ ان کے بیٹے مکرم صاحبزادہ عبدالصمد احمد صاحب اس وقت سیکرٹری مجلس کارپرداز کے طور پر خدمات بجا لارہے ہیں۔ پسماندگان میں بیگم کے علاوہ ۳ بیٹے اور ۴ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے خلافت پر متمکن فرمایا تو ان کی طرف سے انتہائی عاجزی اور اخلاص اور وفا کا خط مجھے ملا اور پھر اس کے بعد ہر خط میں یہ حال بڑھتا چلا گیا۔ باوجود اس کے کہ میرے ساتھ انتہائی قریبی رشتہ تھا، ماموں کا رشتہ تھا۔ ان کے اخلاص اور وفا کے الفاظ پڑھ کر دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ میرے چند ایک ایسے بڑے

رشتہ دار ہیں جنہوں نے اس طرح وفا اور اطاعت کا اظہار کیا ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی رشتہ داروں نے وفا کا اظہار نہیں کئے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا انداز ہوتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے ہر فرد نے بڑے اخلاص اور وفا سے خلافت کی بیعت کی ہے۔ ان میں بہت سے مجھ سے عمر میں بھی بڑے ہیں، تجربے میں بھی بڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام خاندان کو خلافت سے محبت اور وفا میں ہمیشہ بڑھاتا رہے اور آئندہ آنے والی ہر خلافت کے ساتھ بھی سب لوگ اطاعت کا نمونہ دکھائیں۔ بہر حال یہاں ذکر میاں صاحب کا تھا۔ اپنا انجام بخیر ہونے کے بارہ میں مجھے باقاعدہ لکھتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ آپ کی تدفین بھی موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی ہے۔ آپ ہمیشہ مجھے اپنی بیگم صاحبہ کے بارہ میں لکھا کرتے تھے کہ ان کے لئے دعا کریں کہ ان کو صحت دے۔ ان کو اپنی صحت کی تکلیف کوئی نہ تھی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک طریق ہے۔ یہ خیال نہیں تھا کہ پہلے خود چلے جائیں گے۔ احباب ان کی بیگم صاحبہ کے لئے دعا کریں وہ دل کی مریضہ ہیں۔ ان کی بیگم صاحبہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی بیٹی ہیں۔

پھر ہمارے مبلغ جو زمبابوے کے مشنری انچارج تھے ان کی بھی کچھ عرصہ ہو ادفات ہوئی ہے۔ یہ مکرم مسیح اللہ قمر صاحب ہیں آپ مکرم عطاء اللہ صاحب سابق اسٹنٹ منیجر سندھ چیننگ وپراسٹنگ فیکٹری سندھ کے بیٹے تھے۔ مئی ۱۹۷۷ میں ربوہ سے شاہد پاس کیا اور پھر قریباً دس سال تک پاکستان میں خدمات سرانجام دیں اور پھر قریباً ساڑھے تیرہ سال زمبیا اور زمبابوے میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ زمبابوے کے امیر تھے۔ بہت محنت اور اخلاص سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بہت محنت اور اخلاص اور بڑی جانفشانی سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اچانک آپ کو ہارٹ اٹیک ہوا اور آپ کی وفات ہوئی۔ اس طرح غیر ملک میں وفات ہونے کی وجہ سے شہادت کا رتبہ بھی پایا۔ پسماندگان میں بوڑھے والدین بھی زندہ ہیں، اہلیہ اور پانچ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بھی درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور بچیوں کا خود ہی کفیل ہو جائے۔۔۔ مرحوم موصی تھے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی ہے۔